بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ
دفتر مجلس انصاراللہ بھارت
Office Of The Majlis Ansarullah Bharat
Mohallah Ahmadiyya Qadian-143516, Distt.Gurdaspur (Punjab) INDIA
Mob.9682536974, E-Mail :ansarullah@qadian.in
محلہ احمدیہ قادیان ۱۴۳۵۱۶ ضلع: گورداسپور (پنجاب)

سریہ بنو فزارہ اور سریہ عبد اللہ بن عتیک کے تناظر میں سیرت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بیان۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10؍ جنوری 2025ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، یوکے

أَشۡهَدُ أَنۡ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَأَشۡهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ أَمَّا بَعۡدُ فَأَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ۔ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گذشتہ خطبہ سے پہلے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ کے سرایا اور غزوات کا ذکر چل رہا تھا۔ اُس میں بنو فزارہ کے سریّہ کا ذکر ہوا تھا۔

تاریخ میں بنو فزارہ کے خلاف سریّہ میں ایک واقعہ کا ذکر ملتا ہے، جو امّ قرفہ کے قتل کا ہے، بعض تاریخ دانوں نے اِس کو جس طرح لکھا ہے، اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت کے خلاف واقعہ ہے۔ اِس واقعہ کا ذکر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ نے بڑی دلیل کے ساتھ اور بڑے احسن رنگ میں کیا ہے۔ آپؓ نے لکھا کہ سریّہ حضرت ابو بکرؓ کی جگہ ابنِ سعد نے ایک ایسے سریّہ کا ذکر کیا ہے، جس میں زید بن حارثہؓ امیر تھے، یعنی ابنِ سعد اِس سریّہ میں حضرت ابو بکرؓ کی بجائے زید بن حارثہؓ کو امیر بیان کرتا ہے اور تفاصیل میں بھی کسی قدر اختلاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ مہم بنو فزارہ کی گوشمالی کے لیے تھی جو وادی القریٰ کے پاس آباد تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ پر چھاپہ مار کر اِس کا سارا مال واسباب چھین لیا تھا۔ اِس مفسد گروہ کی روحِ رواں ایک بوڑھی عورت تھی، جس کا نام امّ قرفہ تھا، جو اسلام کی سخت دشمن تھی۔ جب یہ عورت اِس لڑائی میں پکڑی گئی تو زید کی پارٹی کے ایک شخص قیس نامی نے اِس عورت کو قتل کر دیا۔ اور ابنِ سعد اِس قتل کا قصّہ یوں بیان کرتا ہے کہ اِس کے دونوں پاؤں دو مختلف اونٹوں کے ساتھ باندھے گئے تھے اور پھر اُن اونٹوں کو مختلف جہات میں ہنکایا گیا، جس کے نتیجے میں یہ عورت درمیان میں سے چِر کر دو ٹکرے ہو گئی اور اُس کے

بعد اِس عورت کی لڑکی سلمہ بن اکوع کے سپرد کر دی گئی۔ یہی قصّہ کسی قدر اختصار اور اجمال اور اختلاف کے ساتھ ابنِ اسحٰق نے بھی بیان کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزابشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بالکل غلط اور قطعاً بے بنیاد ہے اور نقل و عقل ہر دو طرح سے اِس کا بناوٹی ہونا ثابت ہے۔ عقلی طریق پر تو یہ جاننا چاہیے کہ ایک عورت کو جس پر قتل کا الزام نہیں ہے، قید کر کے ٹھنڈے لمحات میں قتل کرنا اور پھر قتل بھی اِس طریق پر کرنا جو اِس روایت میں بیان کیا گیا ہے، یہ تو ایک بہت دُور کی بات ہے۔ اسلام تو عین جنگ کے میدان میں بھی عورت کے قتل کو سختی کے ساتھ روکتا ہے، اِس بارہ میں آنحضرتؐ نے متعدد مرتبہ واضح فرمایا کہ عورتوں کو قتل نہیں کرنا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر میدانِ جنگ میں کسی دشمن قبیلہ کی ایک عورت مقتول پائی گئی تو باوجود اِس کے کہ یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کن حالات میں اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوئی ہے، آپؐ اُسے دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور صحابہؓ سے یہ تاکیداً فرمایا کہ ایسا کام آئندہ نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح جب کبھی آنحضرتؐ کوئی دستہ روانہ فرماتے تھے تو منجملہ اور نصیحتوں کے صحابہؓ سے ایک نصیحت یہ بھی فرماتے تھے کہ کسی عورت اور بچے کو قتل نہ کرنا۔

ان اصولی ہدایات کے ہوتے ہوئے صحابہؓ کے متعلق اور صحابہؓ میں سے بھی زید بن حارثہؓ کے متعلق، جو گویا آنحضرتؐ کے گھر کے آدمی تھے، یہ خیال کرنا کہ اُنہوں نے کسی عورت کو اِس طریق پر قتل کیا یا کروایا تھا جو ابنِ سعد نے بیان کیا ہے ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ بے شک روایت میں قتل کرنے کا فعل زید کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ ایک دوسرے مسلمان کی طرف کیا گیا ہے۔ لیکن جب کہ یہ واقعہ زید کی کمان میں ہوا تو بہر حال اِس کی آخری ذمّہ داری بھی زید پر ہی سمجھی جائے گی اور زید کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اُنہوں نے آنحضرتؐ کی تعلیم کو جانتے ہوئے اِس قسم کے کام کی اجازت دی ہو گی، ہر گز قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

اب رہا منقولی طریق! سو اوّل تو ابنِ سعد یا ابنِ اسحٰق نے اِس روایت کی کوئی سند نہیں دی اور بغیر کسی معتبر سند کے اِس قسم کی روایت جو آنحضرتؐ کی صریح ہدایت اور صحابہؓ کے عام اور معروف طریق کے خلاف ہو، ہر گز قبول نہیں کی جاسکتی۔ دوسرے یہ کہ یہی واقعہ حدیث کی نہایت معتبر کتب صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد میں بیان ہوا ہے، مگر اِس میں امّ قرفہ کے قتل کیے جانے کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے اور بعض دوسری تفصیلات میں بھی اِس بیان کو ابنِ سعد وغیرہ کے بیان سے اختلاف ہے۔

اور چونکہ صحیح احادیث عام تاریخی روایات سے یقیناً اور مسلّمہ طور پر بہت زیادہ مضبوط اور قابل ترجیح ہوتی

ہیں، اِس لیے صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد کی روایت کے سامنے ابنِ سعد وغیرہ کی روایت کوئی وزن نہیں رکھتی۔ یہ امتیاز اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے جب ہم اس بات کو مدّ نظر رکھیں کہ جہاں ابنِ سعد اور ابن اسحٰق نے اپنی روایتوں کو یونہی بلاسند بیان کیا ہے، وہاں امام مسلم اور ابو داؤد نے اپنی روایتوں کو پوری پوری سند دی ہے۔ اور ویسے بھی محدثین کی احتیاط کے مقابلہ میں، جنہوں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، مؤرّخین کی عام روایت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس لیے اِس بات میں ہرگز کوئی شبہ نہیں رہتا کہ امّ قرفہ کے ظالمانہ قتل کا واقعہ ایک بالکل جھوٹا اور بے بنیاد واقعہ ہے، جو کسی مخفی دشمنِ اسلام اور منافق کی مہربانی سے بعض تاریخی روایتوں میں راہ پا گیا ہے اور حقّ یہ ہے کہ اِس سریّہ کی حقیقت اِس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں جو مسلم اور ابو داؤد نے بیان کی ہے۔

ایک سریّہ عبد اللہ بن عتیک ہے، اِس کا تاریخ میں ذکر آتا ہے، جو ابو رافع کی طرف تھا۔ ابنِ سعد نے بیان کیا ہے کہ یہ سریّہ ۶/ ہجری میں ہوا۔

اِس کی تفصیل میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ جن یہودی رؤساء کی مفسدانہ انگیخت اور اشتعال انگیزی سے ۵/ ہجری کے آخر میں مسلمانوں کے خلاف جنگِ احزاب کا خطرناک فتنہ برپا ہوا تھا، اُن میں سے حییّ بن اَخطَب تو بنو قُریظہ کے ساتھ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا، لیکن سلام بن ابی الحقیق جس کی کنیت ابو رافع تھی، ابھی تک خیبر کے علاقے میں اُسی طرح آزاد اور اپنی فتنہ انگیزی میں مصروف تھا۔ بلکہ احزاب کی ذلّت بھری ناکامی اور پھر بنو قُریظہ کے ہولناک انجام نے اِس کی عداوت کو اور بھی زیادہ کر دیا تھا اور چونکہ قبائل غطفان کا مسکن خیبر کے قریب تھا اور خیبر کے یہودی اور نجد کے قبائل آپس میں گویا ہمسائے تھے، اِس لیے اب ابو رافع نے جو ایک بہت بڑا تاجر اور امیر کبیر انسان تھا، دستور بنا لیا تھا کہ نجد کے وحشی اور جنگجو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتا رہتا تھا اور رسول اللہؐ کی عداوت میں وہ کعب بن اشرف کا پورا پورا مثیل تھا۔ ابو رافع نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جنگِ احزاب کی طرح نجد کے قبائل غطفان اور دوسرے قبیلوں کا پھر ایک دَورہ کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کے تباہ کرنے کے لیے ایک لشکر عظیم کی صورت میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے پھر وہی احزاب والے منظر پھرنے لگ گئے تو آنحضرتؐ نے اِس بات کو سوچتے ہوئے کہ ملک میں وسیع کُشت وخون کی بجائے ایک مفسد اور فتنہ انگیز آدمی کا مارا جانا بہت بہتر ہے، عبد اللہ بن عتیک انصاری کی سرداری میں چار خزرجی صحابیوں کو ابو رافع کی طرف روانہ فرمایا، مگر چلتے ہوئے تاکید فرمائی کہ دیکھنا کسی عورت یا بچے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ چنانچہ

چھ ہجری کے ماہِ رمضان میں یہ پارٹی روانہ ہوئی اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کر کے واپس آگئی۔ اور اِس طرح اِس مصیبت کے بادل مدینہ کی فضا سے ٹل گئے۔

ابو رافع کے قتل کے بعد اُس کے قلعہ میں واقع مکان کی سیڑھیاں جلدی جلدی اُترتے ہوئے عبد اللہ بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی (اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پنڈلی کا جوڑ اُتر گیا)، اُن کا اپنا بیان ہے کہ پھر ہم نے مدینہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو رافع کے قتل کی اطلاع دی۔ آپؐ نے سارا واقعہ سن کر مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنا پاؤں آگے کرو! مَیں نے پاؤں آگے کیا تو آپؐ نے دعا مانگتے ہوئے اِس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا، جس کے بعد مَیں نے یوں محسوس کیا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ابو رافع کے قتل کے جواز کے متعلق ہمیں اِس جگہ کسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ابو رافع کی خون آشام کارروائیاں تاریخ کا ایک کھلا ہوا ورق ہیں۔

اِن حالات میں صحابہؓ نے جو کچھ کیا وہ بالکل درست اور بجا تھا اور حالتِ جنگ میں جب کہ ایک قوم موت وحیات کے ماحول سے گزر رہی ہو، اِس قسم کی تدابیر بالکل جائز سمجھی جاتی ہیں اور ہر قوم اور ہر ملّت اِنہیں حسبِ ضرورت ہر زمانے میں اختیار کرتی رہی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ موجودہ اخلاقی پستی کے زمانے میں مجرم کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ اِس ناجائز حدّ تک پہنچ گیا ہے کہ ایک ظالم بھی ہیرو بن جاتا ہے اور وہ سزا جو وہ اپنے جرموں کی وجہ سے پاتا ہے عوام کی ہمدردی کی جاذب ہونے لگتی ہے اور اِس کے جرم لوگوں کو بھول جاتے ہیں۔ مگر اسلام کے متعلق ہمیں اعتراف ہے کہ وہ اِن جھوٹے جذبات کا مذہب نہیں ہے وہ مجرم کو مجرم قرار دیتا ہے اور اُس کی سزا کو ملک اور اور سوسائٹی کے لیے رحمت سمجھتا ہے۔ وہ ایک سڑے ہوئے عضو کو جسم سے کاٹ دینے کی تعلیم دیتا ہے اور اِس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ ایک متعفن عضو اچھے اور تندرست اعضاء کو خراب کر دے۔ باقی رہا طریقِ سزا کا سوال! سو اِس کے متعلق بتایا جا چکا ہے کہ عرب کے اُس وقت کے حالات کے ماتحت اور اِس حالتِ جنگ کے پیشِ نظر، جو اُس وقت مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان قائم تھی، جو طریق اختیار کیا گیا، امنِ عامہ کے لحاظ سے وہی بہتر اور مناسب تھا۔

آخر پر حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ اِس کے اور واقعات بھی ہیں، باقی ان شاء اللہ آئندہ۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَادْعُوْہُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔